جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال
سرگودھا

مجلہ الحقانیہ

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ دسمبر ۲۰۱۰ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست



مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا قانون نا قابل ترمیم ہے

اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے

قرآن وسنت کی روشنی میں علماء امت کا متفقہ فیصلہ

دشمنان اسلام ہمیشہ سے ہی اسلام اور پیغمبر اسلام جناب سرور کائنات رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق گستاخانہ بیانات کے علاوہ مختلف طریقہ سے آپ کی توہین کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں پھر ساتھ ہی ان کا دعویٰ ہے کہ وہ دنیا میں امن کے واحد علم بردار بھی ہیں حالانکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی مبارک ومقدس ہستی کی توہین اور گستاخی کسی بھی مسلمان کے لیے نا قابل برداشت ہے اور اس کی سزا قتل ہے تو پھر ایسے شنیع اور قبیح عمل کے ارتکاب کے بعد امن کا قیام کیسے ہوسکتا ہے۔

غیر مسلم اقوام مسلمانوں کو متعصب قرار دینے میں پیش پیش ہیں لیکن ان کے اپنے تعصب کا حال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کسی بھی مذہب کی مقدس ومحترم شخصیات کی توہین وگستاخی کا نتیجہ بدامنی اور دہشت گردی کو دعوت دینے کے مترادف ہے، اسلام جو امن وسلامتی کا دین ہے اس نے مسلمانوں کو معبودان باطلہ کو سب وشتم سے منع فرماتے ہوئے یہ تعلیم دی ہے: ”ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوًا بغیر علم “اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہود ونصاریٰ نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی توہین اور گستاخی کو ایک مشغلہ کے طور پر اختیار کیا ہوا ہے، حال ہی میں پاکستان میں ایک مسیح خاتون نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی سخت نازیبا اور نا روا حرکت کی ہے جسے بعض عدالتوں کی طرف سے سزائے موت سنا دی گئی ہے اس پر ایک مرتبہ پھر تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون پر بحث ومباحثہ کا دروازہ کھل گیا ہے، غیر مسلموں کے علاوہ بعض مسلمان دانشور اور ذمہ دار طبقہ بھی اس میں ترمیم کا عندیہ دے رہا ہے جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

جس مسئلہ پر پوری امت مسلمہ متفق ہے اور جس کیلئے انہوں نے پوری جدوجہد اور سرتوڑ کوشش کی اور انتہائی مشکلات کے بعد ملک کی اسمبلی نے جس قانون کو پاس کیا، نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اب اسے محض غیر مسلموں کی خوشنودی اور اپنے آقاؤں کو راضی کرنے کیلئے بدلنے کی مذموم سازش کی جا رہی ہے جو کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے مسلمان کیلئے کسی صورت بھی گوارا نہیں ہے، مسلمان اپنے آقا اور پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی ذوات مقدسہ کی حرمت، عظمت اور عزت وناموس کیلئے اپنے خون کے آخری قطرہ تک بہانے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں، کما قیل :

فان ابی ووالدتی وعرضی لعرض محمد منك الوقاء

اس لئے تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون میں حکومت کسی طرح کی تبدیلی، ترمیم کا تصور کئے بغیر اپنے اس ارادہ سے باز رہے تو زیادہ بہتر ہے۔ کاش کہ حکومت ملک کو درپیش بہت سے مسائل اور اہم معاملات کے حل کیلئے اپنی کوشش کرتی تا کہ اس سے وطن اور اہالیان وطن کو فائدہ پہنچتا لیکن افسوس کہ اس نے بلا وجہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم قانون میں ترمیم کا عندیہ دے کر ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا جو کسی طرح بھی مناسب نہیں، اس لئے ہماری گذارش ہے کہ حکومت اس مسئلہ کو نہ چھیڑے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی ترمیم کی بات کرے بلکہ ملک وملت کو درپیش دیگر اہم مسائل کو حل کرنے کے فریضہ سے سبکدوشی حاصل کرے۔

جہاں تک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور خاص کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی توہین وگستاخی کا معاملہ ہے تو بلا شک وشبہ اس میں امت مسلمہ میں کبھی دورائیں نہیں ہوئیں، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب مرتد اور واجب القتل ہے اور شاتم رسول کی سزا قتل ہے حضرات علماء کرام اور مذاہب اربعہ کے حضرات نے ہر دور میں اس مسئلہ پر کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے ہیں۔

چنانچہ علامہ قاضی عیاض مالکی کی الشفاء فی تعریف حقوق المصطفی ،علامہ ابن تیمیہ حنبلی کی الصارم المسلول علی شاتم الرسول ،علامہ تاج الدین السبکی الشافعی کی السیف المسلول علی من سب الرسول ،علامہ ابن عابدین شامی حنفی کی تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام اواحدالصحابۃ الکرام قابل ملاحظہ ہیں۔

ارتداد کی شرعی سزا قتل ہونے پر دلائل کیلئے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی الشہاب لرجم الخاطف المرتاب مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی طریق السدادفی عقوبۃ الارتداد ،حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی کی احسن البیان کا مطالعہ بے حد مفید ہے ،حضرت اقدس والد ماجد فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ نے الانسدادلفتنۃ الارتداد کے نام سے اس موضوع پر نہایت نافع اور جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے، یہ رسالہ مفیدہ اب ''گستاخ رسول اور مرتد کی شرعی سزا'' کے نام سے حال ہی میں دوبارہ شائع ہو چکا ہے، ہم ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ اس کے چند ضروری حوالہ جات ہدیہ قارئین وناظرین کررہے ہیں، اللہ تعالی نافع ومفید بنائیں اور گم گشتگان راہ ہدایت کیلئے ان کو ہدایت کا سبب بنائیں آمین، وماذلك علی اللّٰه بعزیز۔

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تنقیص وتوہین اور گستاخی کا شرعی حکم

جو شخص حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام میں سے کسی بھی نبی علیہ السلام کی شان میں ادنی سے ادنی گستاخی کرے وہ بھی بالاجماع کافر اور مرتد ہے۔

(۱) علامہ ابن حزم القرطبی الظاہری اپنی کتاب الفصل میں لکھتے ہیں: صح با لنص ان کل من استهزأ با للّٰه او بملك من الملا ئكة اوبنبی من الانبیا ء علیهم

السلام او بآیة من القران او بفریضة من فرائض الدین فهی کلها ایات الله تعالیٰ بعد بلوغ الحجة الیه فهو کافر (ازاحسن البیان)

(قرآن کریم کی) تصریح سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا کسی فرشتہ یا نبی یا کسی آیت یا کسی فرض کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرے وہ قطعاً کافر ہے۔

(۲) علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال محمد بن الامام سحنون اجمع العلماء علیٰ ان شاتم النبی صلی الله علیه وسلم والمتنقص له کافر مرتد لسبه والوعید الذی مر علیه جار علیه لشموله له بعذاب الله له لقوله تعالیٰ لهم عذاب الیم فی الایة وحکمه عند الامة ای امة الاجابة القتل ومن شك فی کفره وعذابه کفر لان الرضا بالکفر کفر ولتکذیبه القران فی قوله تعالیٰ والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم (نسیم الریاض ص۳۷۳ ج۴)

علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بکنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ وعید اس پر جاری ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کی کی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے کہ ان توہین انبیاء کرنے والوں کیلئے عذاب دردناک ہے اور ایسے توہین کرنے والے کا انجام امت کے نزدیک قتل ہے جو شخص بھی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس لیے کہ کفر پر راضی رہنا بھی کفر ہے اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قول کی تکذیب کی والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم (جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

(۳) یہودی لوگ ازراہ تمسخر ذومعنی الفاظ سے آپ کو خطاب کیا کرتے تھے بعض مسلمان بھی ازراہ ناواقفیت لفظ راعنا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے لگے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی یایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم (پارہ ارکوع ۱۳) اے ایمان والو لفظ راعنا نہ کہا کرو (جس کے معنی

کہ ہماری رعایت فرماویں لیکن اس میں دوسرے غلط معنی کا احتمال بھی ہے اس کے بجائے)انظرنا (ہماری طرف نظر کرم فرمائیے) کہا کرو اور توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لیے عذاب دردناک ہے۔

اس آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارہ کنایہ سے توہین کرنے والوں کو بھی کافر بتاتے ہوئے دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

(۴) ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا (پ۲۲ رکوع۴) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں لعنت ہے ان پر اللہ کی دنیا اور آخرت میں اور ان کیلئے ذلت والا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

(۵) ومنھم الذین یؤذون النبی ویقولون ھو اذن (پ۱۰ رکوع۱۴) اور ان میں سے بعض لوگ ایذاء دیتے ہیں نبی کو اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔

(۶) والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم (پ۱۰ رکوع۱۴) جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لیے عذاب دردناک ہے ان آیات کریمات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو چاہے وہ تعریض کے طور پر اشارہ کنایہ سے کیوں نہ ہو کفر قرار دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا خواہ کسی طریقہ سے ہو دنیا اور آخرت میں سبب لعنت اور دردناک ذلت والے عذاب کا موجب قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولم یجیٔ اعداد العذاب المھین فی القراٰن الا فی حق الکفار (الصارم ص۵۲) مطلب یہ ہے کہ عذاب مہین ذلت والا عذاب کی تیاری کا ذکر قرآن کریم میں صرف کفار کے حق میں آیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ ورسول کو آدمی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ اس موذی کے لیے قرآن کی آیات کریمہ میں عذاب مہین کی تیاری کا ذکر آیا ہے اور یہ عذاب کافروں کے لیے ہی تیار کر رکھا ہے۔

(۷) قل اباللّٰہ واٰیتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (پ۱۱ رکوع۱۴) کیا اللہ (تعالیٰ) سے اور اس کے حکموں سے تم ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے ایمان کو ظاہر کرنے کے بعد۔

مطلب واضح ہے کہ خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور احکام الٰہیہ کو ہلکا اور خفیف سمجھنا اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر ہی ہو دل سے نہ بھی ہو تو بھی کفر ہے اور ایمان کے بعد کفر ہی کو ارتداد کہتے ہیں تو مسلمان اگر استہزاء اور دل لگی کا مرتکب ہوگا تو وہ مرتد ہو جائے گا علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ''الصارم'' میں اس آیت کو اس پر نص قرار دیا ہے کہ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء کرنا کفر ہے اور اس آیت میں اس پر بھی دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرنا ہنسی میں بھی کفر ہے (ص ۳۱)

(۸) ومنهم يلمزك في الصدقات (پ۱۰ رکوع ۱۳) اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں۔

لمز کے معنی عیب اور طعن کے ہیں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں وذلك يدل على ان كل من لمزه اواذاه كان منهم (الصارم ص ۳۳) یہ اس پر دلالت ہے کہ جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیتا ہے اور اذیت پہنچاتا ہے وہ منافقین میں سے ہے۔

(۹) ما كان لكم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا ان ذلكم كان عند الله عظيما (پ۲۲ رکوع ۴) اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے۔

مطلب واضح ہے کہ کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات یا بعد وفات کوئی ایسی بات کہے یا کرے جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب بن جائے لازم ہے کہ مسلمان اپنے محبوب ومقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے (حاشیہ شیخ الاسلام ص ۵۵۱) (گستاخ رسول اور مرتد کی شرعی سزا ص ۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور فیصلوں سے اس کا ثبوت ہو رہا ہے کہ شاتم رسول کو بغیر حکم حاکم کے بھی اگر قتل کر دیا جائے تو اس پر کسی قسم کا تاوان لازم نہیں۔

(۱)ابوداؤدشریف میں ہے: نـا ابن عباس ان اعمی کانت له ام ولد تشتم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وتقع فیه فینهاها فلا تنتهی ویزجرها فلا تنزجر قال فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وتشتمه فاخذ المغول فوضعه فی بطنها واتکأ علیها فقتلها فوقع بین رجلیها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما اصبح ذکر ذلك للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فجمع الناس...... فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الا اشهدوا ان دمها هدر (ج۲ص۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ام ولد باندی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی، یہ اس کو روکتا تھا مگر وہ رکتی نہ تھی، یہ اسے ڈانٹتا تھا مگر وہ مانتی نہ تھی، جب ایک رات پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی اور گالیاں دینی شروع کیں تو اس نابینا نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اس کے پیٹ میں رکھ دیا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا، عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل پڑا، جو کچھ وہاں تھا خون آلودہ ہو گیا، جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ذکر کیا گیا، آپ نے لوگوں کو جمع کیا (پھر اس نابینا نے کھڑے ہو کر سارا واقعہ سنایا) اور فرمایا لوگو! گواہ رہو اس کا خون بے بدلہ (بے سزا) ہے۔

(۲)اس باندی کے واقعہ کے علاوہ ایک یہودیہ شاتمۂ رسول کا گلا گھونٹ کر مارنے والے کا خون آپ نے معاف فرما دیا (ابوداؤد ص۲۲۲)

(۳) کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا تفصیلی واقعہ بخاری شریف (ج۲ص۵۷۶) میں ہے۔

(۴) اور ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ بخاری شریف (ج۲ص۵۷۷) میں ہے۔

(۵) ابن خطل کے قتل کا واقعہ بخاری شریف (ص۶۱۴) میں موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

(۶)ابوداؤد شریف ج۲ص۲۲۳ میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا وہ کسی شخص پر ناراض ہوئے اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت بات کہی میں نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لا واللہ ما کانت لبشر بعد محمد علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اب یہ کسی دوسرے کیلئے نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

(۷) حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہنے پر کوڑے مارنے کی سزا کا ذکر آیا ہے قتل کی سزا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا یا گالی پر ہے، چنانچہ الصارم المسلول میں ہے کہ عن مجاھد قال اتی عمر برجل یسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقتلہ ثم قال عمر من سب اللہ او سب احدا من الانبیاء فاقتلوہ (ص ۴۱۹)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کو یا انبیاء میں سے کسی کو برا کہے اسے قتل کردو۔

ایسے تمام واقعات اور فیصلوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور سب وشتم کرنے کی سزا قتل ہے اور یہ سزا بغیر مقدمہ چلائے بھی جاری کی جاسکتی ہے اور حکم حاکم کے بغیر بھی اگر کوئی شخص شاتم رسول کو قتل کردے تو قاتل پر کچھ سزا نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ مسلمان حاکم وقت کی عدالت میں باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے اور اس کو توبہ کی مہلت دے اگر توبہ نہ کرے تو قتل کردے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کے بارہ میں گذشتہ عبارات کے علاوہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا فیصلہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

(۱) ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالٰی وبانت منہ امرأتہ فان تاب والا قتل

(کتاب الخراج بحوالہ شامی ج ۳ ص ۴۰۳) جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی یا آپ کو جھٹلایا یا آپ پر کوئی عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو اس نے بلاشبہ اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی عورت اس سے جدا ہوگئی۔

(۲) خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک رحمہ اللہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا اور یہ بھی کہا کہ بعض علماء عراق نے کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے جو شریعت میں قذف یعنی تہمت لگانے کی سزا ہے، امام مالک رحمہ اللہ اس سزا کو سنتے ہی برہم ہوگئے اور نہایت غصہ کے لہجہ میں یہ فرمایا مابقاء هذه الامة بعد شتم نبيها من شتم الانبياء قتل ومن شتم اصحاب النبي جلد ،اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے نبی پر گالیاں دی جارہی ہوں، جو شخص انبیاء کرام کو گالیاں دے اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص صحابہ کو گالیاں دے اس کو تعزیری کوڑے لگائے جائیں۔

علامہ خفاجی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فلايحل لاحد سمعه الا قتل قائله اوبذل روحه في جهاده (نسیم الریاض ص ۳۹۹) کسی کیلئے روا نہیں کہ نبی کی شان میں گستاخی سنے، بجز اس کے کہ یا تو اس گستاخ کی جان لے لے یا اپنی جان خدا کی راہ میں دے دے۔

اور علامہ شامی رحمہ اللہ شاتم رسول کے کفر اور مباح الدم ہونے پر ائمہ کا اجماع نقل کرنے میں فرماتے ہیں:

لاشك ولاشبهة في كفر شاتم النبي صلى الله عليه وسلم وفي استباحة قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة وانما الخلاف في قبول توبته اذا اسلم فعندنا وهو المشهور عند الشافعية القبول وعند المالكية والحنابلة عدمه بناء على ان قتله حد اولا (شامی ج ۳ ص ۴۰۶) شاتم رسول کے کفر اور قتل کے جائز ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، چاروں اماموں سے یہی منقول ہے، خلاف صرف اسلام کے بعد اس کی توبہ قبول ہونے میں ہے، ہمارے نزدیک قبول ہے اور یہی شافعیہ کے

نزدیک مشہور ہے، اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک قبول نہیں، اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ شاتم رسول کا قتل حد ہے یا نہیں۔

غرضیکہ تمام علماء کرام اور فقہاء اسلام کا شاتم رسول کے قتل پر اتفاق اور اجماع ہے، قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ (گستاخ رسول اور مرتد کی شرعی سزا ص ۴۹)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ گستاخ رسول مرتد اور رواجب القتل ہے فلہذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کی شرعی سزا نافذ کرے اور اس میں کسی لیت ولعل سے کام نہ لے۔ فقط واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۲۶ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

وبشر الذین آمنوا وعملوا الصالحات ان لهم جنٰت تجری من تحتها الانهر كلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذی رزقنا من قبل واتوا به متشابها ولهم فيها ازواج مطهرة وهم فيها خٰلدون۔

ترجمہ

اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیے جائیں گے ان کو پھل ایک صورت کے اور ان کے لیے وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے۔

خلاصہ تفسیر

اور خوش خبری سنا دیجئے آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کیے اچھے اس بات کی کہ بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں جب کبھی دیے جائیں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کے غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پہلے اور ملے گا بھی ان کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور ان کے واسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہوں گی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے (ہر بار میں ملتا جلتا پھل ملنا لطف کے واسطے ہوگا کہ دونوں مرتبہ پھلوں کی صورت ایک سی ہوگی جس سے وہ سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا پھل ہے مگر کھانے میں مزہ دوسرا ہوگا جس سے حظ وسرور بڑھے گا)۔(معارف القرآن)

جنت کے میوے دنیا کے میووں سے شکل وصورت میں ملتے جلتے ہوں گے مگر لذت میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا، یا جنت کے میوے باہم ایک شکل وصورت کے ہوں گے اور

مزاجداجداتو جب کسی میوے کودیکھیں گےتو کہیں گےوہی قسم ہے جو پہلے دنیامیں یا جنت میں کھا چکے ہیں اور چکھیں گےتو مزااورہی پائیں گے۔

جنت کی عورتیں نجاسات ظاہرہ وباطنہ (اخلاق رذیلہ) سے سب سے پاک وصاف ہوں گی۔ فائدہ: یہاں تک تین چیزیں جن کا جاننا ضروری تھا بیان فرمائیں اول مبدا (یعنی ہم کہاں سے آئے اور کیا تھے) دوسرے معاش (کہ کیا کھائیں اور کہاں رہیں) تیسرے معاد (کہ ہمارا انجام کیا ہے)۔(تفسیر عثمانی)

ف: شروع سورۃ میں جواہل ایمان کاذکر تھاوہاں قرآن مجید کی بزرگی وبرکت کا بیان کرنا مقصود تھا کہ اس کتاب پاک سے ایسے ایسوں کوہدایت ہوتی ہے،تو ایمان کے فضائل کا ضمناً بیان آگیا تھااوراس مقام پرخودایمان کے فضائل وثمرات کا قصداً بیان فرمانامدنظر ہے پس مضمون میں حقیقۃً تکرارنہ رہااوریہ جوفرمایا کہ ان کوملتا جلتا پھل ملے گاسواکثر لطف کے واسطےایسا ہوگا کہ دونوں بارکی پھلوں کی صورت ایک سی ہوگی جس سے وہ یوں سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا پھل ہےمگرکھانے میں مزادوسراہوگاجس سے حظ وسرورمضاعف ہوجائے گا۔

(بیان القرآن)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

دوسری بات اس کی توجیہ میں یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے حضرت معاذ کا مقصد اس تفصیل کے بیان کرنے سے اس حدیث کے بارے میں اپنا اتقان بھی ظاہر کرنا ہو، یعنی لوگوں پر یہ واضح کرنا ہو کہ مجھے یہ حدیث ایسی یاد ہے کہ اس وقت کی یہ جزئی باتیں بھی مجھے محفوظ ہیں۔

اور تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس طرح عشاق ومحبین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ محبت کی یادگار صحبتوں کو والہانہ انداز میں اور مزے مزے لے لے کر تفصیل کے ساتھ بیان کیا کرتے ہیں اسی جذبے کے ماتحت حضرت معاذ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے سوار ہونے کی یہ تفصیل بیان کی ہو۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت معاذ کو تین دفعہ مخاطب کیا اور پھر جو کچھ آپ فرمانا چاہتے تھے اس کا ایک حصہ آپ نے تیسری دفعہ میں فرمایا اور دوسرا جز کچھ دیر توقف کے بعد چوتھی دفعہ میں فرمایا۔ اس کی توجیہ میں شارحین نے لکھا ہے کہ غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح حضرت معاذ کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ فرمانا چاہتے تھے تاکہ وہ ہمہ تن گوش ہوکر پوری رغبت وتوجہ اور غور وتامل کے ساتھ آپ کا ارشاد سنیں۔

دوسری توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں تردد اور توقف تھا کہ حضرت معاذ سے بھی یہ بات بیان کردی جائے یا نہ کی جائے اس وجہ سے آپ نے ابتداء میں تو تین دفعہ توقف فرمایا اور جب بیان فرمادینے ہی کے متعلق آپ کا شرح صدر ہوگیا تب آپ نے بیان فرمایا۔ لیکن راقم کے نزدیک ان دونوں توجیہوں میں تکلف ہے اور زیادہ قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت کوئی خاص استغراقی حالت طاری تھی، آپ حضرت معاذ کو مخاطب کرتے تھے اور کچھ فرمانے سے پہلے پھر اسی کیفیت میں استغراق ہوجاتا تھا، اس وجہ سے درمیان میں یہ وقفے ہوئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اصل حدیث کا حاصل صرف یہ ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت اور بندگی کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں، اور جب وہ اللہ کا یہ حق ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حق اپنے پر مقرر کرلیا ہے کہ وہ ان کو عذاب میں نہ ڈالے گا۔

اس حدیث میں اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے سے مراد بھی درحقیقت دین توحید (یعنی اسلام) کو اختیار کرنا اور اس پر چلنا ہے اور چونکہ اس وقت اسلام وکفر کے درمیان سب سے بڑا اور واضح فرق وامتیاز توحید اور شرک ہی کا تھا، اس لیے اس حدیث میں (اور بعض اور حدیثوں میں بھی) اسی عنوان کو اختیار کیا گیا ہے نیز یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ کی عبادت وبندگی کرنا اور شرک سے بچنا اسلام کی روح اور اس کا مرکزی مسئلہ ہے اس لیے بھی کبھی کبھی اسلام کے لیے یہ عنوان اختیار کرلیا جاتا ہے اس بات کی تائید (کہ اس حدیث میں اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے سے مراد دین اسلام قبول کرنا ہے) اس سے بھی ہوتی ہے کہ صحیحین (بخاری ومسلم) ہی میں حضرت معاذ کی اسی حدیث کی ایک روایت میں (جو اگلے ہی نمبر پر ذکر کی جارہی ہے) توحید ورسالت دونوں پر ایمان لانے اور دونوں کی شہادت ادا کرنے کا ذکر ہے اور ایک روایت میں شہادت توحید ورسالت کے علاوہ نماز اور روزہ کا بھی ذکر ہے۔

ارشاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

ارشاد: اھدنا الصراط المستقیم (بتا ہم کو راستہ سیدھا)

سوال: سوال یہ ہے کہ ایک عبادت گذار ایاک نعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہہ رہا ہے کہ عبادت میں شرک سے بھی اجتناب ہے حتی کہ اسناد عبادت الی العابد میں جو تو ہم اعجاب ہے تو اس کی بھی نفی کی جارہی ہے پس اس صورت میں ہدایت الی الصراط المستقیم خود حاصل ہے اب اس دعا کے کیا معنی کیا یہ تحصیل حاصل نہیں ہے۔ جواب (۱): حقیقت یہ ہے کہ عبادت کے بعد وصول الی اللہ میں بہت سے مراحل ہیں۔ جواب (۲): علاوہ ازیں مقصود عبادت ہے اس کی کیفیات غیر محدود ہیں کسی مرتبہ پر توقف درست نہیں، لہٰذا دعا ہدایت الی صراط مستقیم نہایت ضروری ہے۔

ارشاد: صراط مستقیم اقرب طرق ہوگا کیونکہ ان دونقطوں کے درمیان جو خط بلا اعوجاج (کجی) کے ہو وہ اقرب ہوگا بمقابلہ ان خطوط کے جو اعوجاج کے ساتھ ہوں۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کے مذاہب بھی اگرچہ وہ منتہی رکھتے ہیں مگر ان کی مثال ان خطوط قوسیہ کی ہے جو ایک مبدأ سے شروع ہوکر واحد منتہی پر ختم ہوں اور صراط مستقیم وہ ہے جو قطر کی حیثیت میں ہو۔ طرق مشائخ کی مثال جدولوں جیسی ہے، باغبان کبھی ایک نالی سے باغ کی آب پاشی کرتا ہے کبھی دوسری نالی سے اس وقت پہلی نالی میں پانی نہیں رہتا یا کم ہوجاتا ہے یہی صورت فیضان الٰہی کی ہے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

O فرمایا جو بات ڈھنگ کی ہوتی ہے گو بے باکی ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو وہ نا گوار نہیں ہوتی ایسی بات صرف اس کو ناگوار ہوتی ہے جس کو یہ خیال ہو کہ ہمارا ادب واحترام کیوں نہیں کیا گیا۔ الحمد للہ یہاں اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ البتہ بے ڈھنگی اور بے تکی بات سے ضرور اذیت ہوتی ہے۔

O ایک معمر معزز صاحب نے پوچھا کہ کل یوم ھو فی شأن کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا گستاخی معاف ہو اس وقت اس سوال کی کیا ضرورت ہے یہاں تو ضروری باتیں دریافت کرنا چاہئیں، اس قسم کے سوالات تو بذریعہ خط وطن سے بھی کیے جاسکتے ہیں۔ قرآن شریف اتنا سہل نہیں ہے کہ منہ پھاڑ کر اس کے معانی بلا تکلف بیان کر دیے جائیں اگر کوئی شخص تمام عمر بھی خدمت قرآن میں صرف کرے اور تفاسیر کا مطالعہ رکھے تب بھی جب اس کی کوئی آیت آئے گی اس کو ضرور غور وفکر وتتبع کی ضرورت پڑے گی۔ آپ کو کم از کم میری بیماری کا تو خیال کرنا چاہیے تھا کہ غور وفکر اور طویل تقریر سے تکلیف ہوگی خصوصاً اس حالت میں کہ میری تفسیر بیان القرآن موجود ہے اس میں ملاحظہ فرمالیتے اور مجھ کو خود تفسیر کے مضامین ہر وقت مستحضر نہیں رہتے۔ بعض اوقات میں خود اپنی تفسیر دیکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

O فرمایا جس قدر کام جوش کے ہوتے ہیں سب کے سب غیر مستقل اور ناپائیدار ہوتے ہیں اور کچھ دنوں میں ختم ہو جاتے ہیں اور جو کام تدبر وتفکر کے ساتھ تدریجاً انجام دیے جاتے ہیں وہ محکم اور مثمر ہوتے ہیں۔ دیکھئے تیز بارش سے پیداوار نہیں ہوتی اور ہلکی بارش سے کھیتی خوب لہلہاتی ہے۔

O فرمایا آج کل اکثر لوگوں کو دینی رسائل اور دینی مسائل کی طرف بالکل توجہ نہیں، صرف

ایسے رسالوں کی قدر ہے جن میں حسن وعشق کے مخرب اخلاق قصے ہوں، جھوٹے اور دین سوز افسانے ہوں مہمل اور غیر مثمر نظمیں ہوں، لوگوں کی ناجائز عیب جوئی اور غیبت ہو، بس ان کی قدر ہے اور دینی باتوں کو خشک بتایا جاتا ہے۔

جس زمانہ میں القاسم دیوبند سے شائع ہوتا تھا اس میں میرا مضمون تربیۃ السالک بھی مدتوں تک مسلسل نکلتا رہا کہ اس اثناء میں ایک پنجابی صاحب کا خط آیا کہ ہم کو ایسے خشک مضامین کے رسالہ کی ضرورت نہیں کوئی تاریخی مضمون ہونا چاہیے۔

یہ خط پڑھ کر مجھ کو وہم ہوا کہ شاید اس قسم کا کوئی خط دیوبند بھی آیا ہو جس سے ارکان القاسم کو اندیشہ ہوا ہو کہ ایسے مضامین سے رسالہ کو نقصان پہنچے گا مگر میری رعایت کی وجہ سے مجھ کو مطلع نہ کیا ہو، اس لیے میں نے فوراً لکھ دیا کہ لوگ اس قسم کے مضمون پسند نہیں کرتے ہیں لہذا میری رائے ہے کہ اس مضمون کو بند کر دیا جائے وہ ارکان بخوشی اس پر راضی ہو گئے، دیکھئے میرا وہم صحیح نکلا۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ تو بڑا وہمی ہے مگر میں کیا کروں جب سارے اوہام واقعات ثابت ہوتے ہیں اور جس شخص کے متعلق میں جو رائے قائم کرتا ہوں اکثر بعد تجربہ وہ اس کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔

O فرمایا بہت سے ضروری اور مفید کتابوں کے مسودے مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں رکھے ہوئے ہیں مگر میں نے آج تک کبھی کسی شخص کو خاص خطاب کر کے تحریک نہیں کی کہ فلاں کتاب چھاپ لو یا چھپوا لو۔ حالانکہ مخلص دوستوں میں ایسے باوسعت لوگوں کی کمی نہیں ہے جو برضا ورغبت بہتر طور پر اس کام کو انجام دے سکتے ہیں مگر مجھ کو شرم آتی ہے۔ نیز اس میں علم اور کتاب کی بھی اہانت ہے اس کا یہ مطلب ہوگا کہ علم اور کتاب ان کے محتاج ہیں حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے ہاں اگر کوئی ازخود درخواست کرے کہ فلاں مسودہ مجھے دے دیجئے میں شائع کروں گا تو خاص شرائط کے ساتھ دے دیا جاتا ہے یا یہ کہے کہ میری رقم سے فلاں کتاب شائع کر دی جائے تو اس کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ (ص ۱۱۶)

فقیہ العصر حضرت مفتی عبد الشکور ترمذیؒ

ماہ محرم الحرام اور عاشوراء

یوم عاشوراء

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنا رمضان کے بعد تمام روزوں سے افضل ہے (مسلم) اور ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ایک عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنا تمام گذشتہ سال کے (صغائر) چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے (مسلم) ابتداء اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض تھا پھر رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشوراء کے روزہ کی فرضیت ختم ہوگئی ،البتہ اس کا سنت ہونا اب بھی باقی ہے،اس دن روزہ رکھنا اب بھی بڑا ثواب اور اجر کا باعث ہے۔لیکن یہ یادرہے کہ باطن ہمیشہ اپنے ظاہر سے متاثر ہوتا ہے اسلئے اسلام نے کفار کی ظاہری طرز بود و باش کے اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے،اس خیال کے ماتحت چونکہ عاشوراء کا روزہ رکھنا یہودیوں کی مشابہت سے خالی نہ تھا،ادھر اس کو چھوڑ دینا اس کی برکات سے محرومی کا باعث ہوتا، اس لئے علماء اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ ایک دن کا روزہ اس کے ساتھ اور ملا لو بہتر تو یہ ہے کہ نویں دسویں کا روزہ رکھو،اور اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو پھر دسویں کے ساتھ گیارھویں کا روزہ رکھ لے،صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا حسب تصریحات فقہاء کرام کراہت سے خالی نہیں ہے۔

دسویں محرم کو اپنے اہل وعیال پر فراخی کرنا

شریعت اسلامیہ نے اس دن کیلئے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں فراخی اور وسعت کرنا اچھا ہے،اس پر تمام سال فراخی رزق کے دروازے کھول دئے جائیں گے،چونکہ اس روز رحمتوں کی بارش ہوتی ہے اس لئے مسلمان جس حالت میں اس روز اپنے کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کریں گے حق تعالیٰ بھی ان کے ساتھ تمام سال وہی معاملہ فرمائیں گے،یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر یوم عاشوراء میں آپ نفلی عبادات اور دعا و استغفار میں مشغول رہیں تو حق تعالیٰ کی رحیم وکریم ذات سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ تمام سال آپ کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتے

رہیں، جب آپ نے اپنے کو اس دن عبادت میں پیش کیا ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے ساتھ تمام سال یہی معاملہ فرمائیں گے۔

اب جبکہ ماہِ محرم میں خاص انوار وتجلیات الٰہی کے نزول کے باعث ذاتی فضیلت بھی پائی جاتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عبور دریائے نیل وغیرہ عظیم الشان واقعات کے اس ماہ میں پیش آجانے کی وجہ سے بھی عرضی طور پر محرم کے مہینہ کو فضیلت حاصل ہے حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کا احترام کفارِ عرب کیا کرتے تھے۔ ان امور وفضائل کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر تجلیات رحمت سے وافر حصہ حاصل کرتے مگر ہم نے محرم الحرام کے مہینے اور خاص طور پر اس کی دسویں تاریخ میں طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات وبدعات کا اپنے کو پابند کر کے بجائے ثواب حاصل کرنے کے الٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہونے کا سامان بنالیا۔ پھر کوئی ایک آدھ رسم وبدعت نہیں جو اس متبرک ومحترم مہینے میں کی جاتی ہو بلکہ چند در چند رسومات وبدعات کا اس ماہ کو مجموعہ بنادیا اور اس طرح ہر قسم کی عملی بے راہروی اور بداعتقادی اس میں جنم لینے اور سر اٹھا کر ابھرنے لگتی ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ ماہِ محرم کی فضیلت کی وجہ سے جس طرح اس میں عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں اور معصیت میں ملوث ہونے کے وبال وعقاب کے بڑھ جانے کا بھی اندیشہ ہے، اس لئے ہر مسلمان کیلئے بہت ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی بدعات اور رسومات سے احتراز کر کے صرف ان عبادات اور ان امور کی انجام دہی میں مشغول رہے جن کی ہدایات پیغمبر ﷺ نے اس ماہ کے اندر امت کو دی ہیں اور وہ صرف دو کام ہیں ایک نویں دسویں کا روزہ جو کہ سنت ہے، دوسرے دسویں کو اپنی استطاعت کے موافق اپنے اہل وعیال پر کھانے میں وسعت وفراخی کرنا جو کہ مستحب ہے جیسا کہ اوپر تحریر ھذا میں مفصل گذرا۔ ان دو کاموں کے علاوہ جن رسومات کا رواج ہمارے زمانہ میں ہو رہا ہے وہ سب قابل ترک ہیں، ان میں سے بعض مروجہ بدعات ورسومات کا تذکرہ اس جگہ بھی کیا جاتا ہے تفصیل کیلئے اصلاح الرسوم وغیرہ کتب ملاحظہ ہوں۔

(۱) تعزیہ بنانا: اس کے ساتھ طرح طرح کی بداعتقادی کا معاملہ کیا جاتا ہے یہاں تک

کہ بعض جہلاء تعزیہ کے سامنے نذر ونیاز رکھتے ہیں جس کا کھانا وما اھل بہ لغیر اللّٰہ میں داخل ہوکر حرام ہے۔اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوکر عرضِ حاجات کرتے ہیں،اس پر لکھ کر عرضیاں لٹکاتے ہیں،اس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں،اس قسم کے بہت سے معاملات اس کے ساتھ کرتے ہیں جو سخت معصیت ہیں اور بعض ان میں سے درجہ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔

(۲) معازف ومزامیر ڈھول وغیرہ کا بجانا اور فساق وفجار کا جمع ہونا جس میں بہت مرتبہ فحش اور ناگفتہ بہ واقعات کا بھی وقوع ہوتا ہے۔(۳) مرثیہ پڑھنا جس کی حدیث ابن ماجہ میں سخت ممانعت آئی ہے،اکثر موضوع اور من گھڑت روایات پڑھنا جس کی نسبت حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ماتم کرنا،نوحہ کرنا،سینہ کوبی کرنا،ہائے ہائے کرنا سب ممنوع ہیں۔(۴) محرم کے ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں......اسی طرح بعض لوگ ان ایام میں شادی بیاہ کرنے اور خوشی کرنے سے سوگ کی وجہ سے رک جاتے ہیں،بعض میاں بیوی کے خاص تعلقات کو ان دنوں میں برا سمجھتے ہیں،اسی طرح پان کا کھانا چھوڑ دینا،پلنگ پر نہ سونا بلکہ اس کو الٹا کر دینا،عمدہ کپڑے نہ پہننا،چوڑی توڑ دینا ان دنوں میں شرع سے ثابت نہیں ہے اور نہ شریعت میں ان کاموں کی ایام محرم میں کوئی ممانعت آئی ہے۔(۵) کسی خاص لباس یا خاص رنگ وغیرہ کے ذریعہ اظہارِ غم کرنا۔

(۶) حضرات اہل بیت کی عورتوں کا ذکر برسرِ بازار کیا جاتا ہے،کوئی منصف مزاج شریف الطبع انسان اپنے خاندان کی عورتوں کا اعلان اس طرح گلی کوچوں اور بازاروں میں ہونا پسند نہیں کرسکتا۔

(۷) کھچڑیاں اور کچھ کھانا پکا کر احباب کو یا مساکین کو دینا،اس کا ثواب حضرت امام کو پہنچانا۔

(۸) شربت پلانا:جب پانی پلانا ثواب کا کام ہے تو گرمی میں شربت پلانے میں کیا حرج تھا؟مگر اس شربت کی بعض جگہ ایسی پابندی کرلی گئی ہے کہ چاہے موسم سردی کا ہی کیوں نہ ہو مگر شربت پلایا جاتا ہے،یہ رسم کی پابندی ہے اس کو ترک کرنا چاہئے۔اس شربت پلانے میں ایک پوشیدہ اعتقادی خرابی یہ بھی ہے کہ حضرات شہدائے کربلا چونکہ پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت پیاس بجھانے والا ہے اس کو اس لئے تجویز کیا گیا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے عقیدہ میں عین شربت پہنچتا ہے جس کا باطل ہونا قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ (ماخوذ از السعی المشکور فی احکام العاشور)

فقیہ العصر سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماء امت

کچھ عرصہ قبل بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا کے مولانا عطاء اللہ صاحب بندیالوی کی کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے نام سے شائع ہوئی چونکہ اس کے بعض مندرجات اہل سنت والجماعت کے متفقہ نظریات کے خلاف تھے اس لیے حضرات علماء کرام نے بروقت اس سے براءت اور لاتعلقی کا اظہار فرمایا اور حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ نے بھی اس کی تردید فرمائی، بطور خاص فسق یزید کے مسئلہ پر اکابر علماء امت کے نظریات کی مدلل انداز میں وضاحت فرمائی آپ کا یہ محققانہ مضمون ''مجلہ الحقانیہ کے قارئین کے لیے ''مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماء امت'' کے نام سے پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

کتاب ''واقعہ کربلا'' سے اعلان براءت

برادران اسلام! تقریباً ایک سال ہوا کہ مورخہ ۴/ستمبر ۱۹۹۱ء کو ''مجلس تحقیق مسائل'' ضلع سرگودھا کا اجلاس جامعہ ذوالنورین شاخ جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں منعقد ہوا، جس میں علماء کرام نے متفقہ طور پر مولوی عطاء اللہ بندیالوی کی مؤلفہ کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے بعض مندرجات کو اہل سنت والجماعت اور اکابر علماء دیوبند کے نظریات وعقائد کے خلاف قرار دیتے ہوئے اس کتاب سے براءت ولاتعلقی کا اظہار کیا تھا اور اس کو علماء دیوبند کی دینی تحقیق کو پائے مال کرنے کی سعی ناکام قرار دیا تھا، جس پر ''مجلس تحقیق مسائل'' کے علاوہ بعض دوسرے اکابر علماء کرام حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحب، مولانا حافظ محمد اکرم صاحب طوفانی، مولانا مفتی احمد شفیع صاحب مرحوم خطیب مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر ۱ سرگودھا وسابق صدر بزم قاسمی وغیرہ کے دستخط بھی ثبت تھے۔

اس فیصلہ میں کتاب مذکور سے اپنی لاتعلقی کا اظہار تو کیا گیا مگر کسی پر ذاتی حملہ اور طعن وتشنیع سے مکمل طور پر پرہیز کیا گیا تھا، کیونکہ اس کا مقصد اکابر علماء دیوبند کا تحفظ اور مسلک اہل

سنت والجماعت کی ترجمانی تھا، تاکہ غلط فہمی سے اس کتاب کو علماء دیوبند کے مسلک کے موافق اور اس کا ترجمان نہ سمجھ لیا جائے۔

بندیالوی صاحب کا سوقیانہ انداز تخاطب

اب معلوم ہوا کہ بندیالوی صاحب مذکور نے کتاب میں کچھ اضافات کیے ہیں اور ان میں اپنے جارحانہ اور غیر عالمانہ طرز تحریر سے علماء کرام کو طعن و تشنیع بلکہ رافضیانہ طریقہ پر سب وشتم اور تبراء سے بھی نوازا ہے، لکھا ہے:

''ان مخالفین میں......شیعہ کم تھے لیکن سنی نما شیعہ زیادہ تھے......ان میں ان پڑھ اور عقل وخرد سے محروم واعظ بھی تھے......یتیم العقل مفتی بھی......فہم وفراست سے نہایت کورے خطیب بھی اور منبر ومحراب کے مذہبی منافق بھی......لوگوں کے نذرانوں پر پلنے والے......اور تقدس کے نام پر عصمتوں سے کھیلنے والے گدی نشین بھی''(ص ۱۵)

اس سوقیانہ انداز تخاطب کا جواب تو کوئی اس جیسا ہی عقل وخرد اور علم وفہم کا مالک دے سکتا ہے ہم صرف اتنا ہی کہتے ہیں اور اس غیر شریفانہ انداز گفتگو کی مذمت کرتے ہیں۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھا ہے:''میری تصنیف کا مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا یا تعریف وتوصیف کرنا نہیں تھا......'' مگر کتاب میں مستقل عنوان ''کیا یزید واقعی فاسق وفاجر تھا'' کے تحت خوب خوب صفائی پیش کی گئی ہے لکھا ہے:''شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر اہل سنت کا یہ عالم ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق وفجور پر ایمان رکھتے ہیں''(ص ۸۵)

آگے صفحہ نمبر ۸۷ پر لکھا ہے''آج اگر کوئی منچلا چالاکی اور ہشیاری سے کام لیتے ہوئے یوں کہے کہ یزید ولی عہد بنائے جانے کے وقت تو نیک وصالح تھا فاسق وفاجر نہیں تھا مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کا فسق وفجور ظاہر ہوا تو ہمارا پھر سوال ہے کہ ان صحابہ کرام کے بارہ میں تمہارے تصورات وخیالات کیا ہیں جنہوں نے وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بحیثیت خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا، اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور ہر لحاظ سے اس کا ساتھ دیا''۔

ناظرین غور فرمائیں کیا بندیالوی صاحب کا یہ مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا یا تحریف و توصیف نہیں تھا؟ اس عنوان کے تحت مندرجات سے کیا یزید کی صفائی پیش کرنا مقصد نہیں ہے؟ پھر اس پر بھی غور کیجیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ولی عہدی کے اعتراض سے بچانے کی غرض سے کن علماء کرام نے یہ کہا جن کو یہ ''منچلا، چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے'' تبرا کر رہا ہے، یہ سننے کی بات ہے اور اس منچلے، چالاک وہوشیار کی چالاکی وہوشیاری کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیسے کیسے اکابر علماء کرام کو کس کس طرح رافضیانہ انداز سے تبرا کر رہا ہے، سنیے:

(۱) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

''تا وقتیکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید را ولی عہد خود کردند فاسق معلن نہ بود اگر چیزے کردہ باشد در پردہ کردہ باشد کہ حضرت امیر معاویہ را ازاں خبر نہ بود''۔

جس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کو اپنا ولی عہد کیا تھا اس کا فسق ظاہر نہ تھا اگر کچھ کیا ہوگا تو در پردہ، جس کی خبر امیر معاویہ کو نہ تھی (از مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۲۵۲)

بندیالوی صاحب کی خیانت

(۲) حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی تحریر سے بندیالوی صاحب نے عوام کو دھوکہ دیا اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کی یہ عبارت بندیالوی صاحبنے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے لکھی ہے کہ:

''یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر ابیض اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے حتیٰ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے'' (مکتوبات ج ا ص ۲۵۰)

اس کے آگے ساتھ ہی حضرت مدنی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''اس کے فسق وفجور کا اعلانیہ ظہور ان کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی ان کو اطلاع نہ تھی'' (صفحہ مذکور) یہ اگلی عبارت ریسرچ کا حق ادا کرنے اور یزید کی

صفائی کے لیے بندیالوی صاحب نے نہیں لکھی ورنہ ان کی تحقیق کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے میں سب کے سامنے پھوٹ جاتا۔

(۳) حضرت مدنی رحمہ اللہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ مؤرخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط ہے، ہاں ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق وفجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس فسق وفجور کی اطلاع نہ ہو ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا''

(مکتوبات ج ا ص ۲۶۶)

ناظرین غور فرمائیں کہ بقول بندیالوی صاحب کیا یہ سب اکابر علماء کرام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ منچلے پن، چالاکی اور ہوشیاری سے کام لے رہے ہیں اور کیا یہ بندیالوی ان حضرات کو ہی گستاخانہ انداز میں خطاب کر رہا ہے اور ان ہی کو منچلا، چالاکی اور ہوشیاری سے کام لینے والا کہہ رہا ہے۔ کیا یہ سب حضرات شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر تھے؟ اور سب ہی آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق وفجور پر ایمان لے آئے تھے؟

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلہ میں نکلنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے مقابلے میں نکلنے کی وجہ اس کا فسق تھا؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی یزید کا فسق ظاہر ہوگیا تھا اور اسی فسق کی وجہ سے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ اس کے مقابلہ میں نکلنا متعین ہوگیا، چنانچہ علامہ ابن خلدون جو مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے فاضل محقق بھی ہیں لکھتے ہیں:

''لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عصره بعثت شيعة اهل البيت بالكوفة للحسين رضي الله عنه ان يأتيهم فيقوموا بامره فرأى الحسين ان الخروج على يزيد متعين من اجل فسقه لاسيما من له القدرة على ذلك وظنها من نفسه باهليته وشوكته فاما الاهلية فكانت كما ظن

وزیادۃ واما الشوکۃ فغلط یرحمہ اللّٰہ فیھا"(ج ا ص ۲۱۶)

ترجمہ:

جب اس دور کے تمام لوگوں کے نزدیک یزید کا فسق ظاہر ہوگیا تو کوفہ سے اہل بیت کے حامی لوگوں نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہاں تشریف لے جائیں تو وہ ان کے مقصد کو قائم کرلیں گے (اس وجہ سے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہوئی کہ یزید کے فسق کی وجہ سے اس کے مقابلے میں نکلنا تو متعین ہوگیا ہے خصوصاً جبکہ آپ کو اس پر طاقت بھی حاصل ہے اور آپ نے اپنے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ اس کی اہلیت رکھتے ہیں اور آپ کے پاس اس کے لیے قوت وشوکت بھی ہے مگر اہلیت تو اس سے بھی زیادہ تھی جس کا آپ کو گمان تھا لیکن طاقت وشوکت کا اندازہ لگانے میں آپ سے غلطی ہوگئی۔

اگر بندیالوی صاحب اس عبارت کو آنکھ کھول کر پڑھ لیتے تو پھر وہ اکابر علماء پر آنکھیں بند کر کے فسق یزید پر ایمان لانے کا الزام ہرگز نہ لگاتے اور ان کو معلوم ہوجاتا کہ یزید کا فسق صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی ظاہر ہوچکا تھا اور اسی بنیاد پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہوئی تھی کہ اس کے مقابلہ میں نکلنا متعین ہوگیا، اب وہ آنکھیں کھول کر اپنے ص ۸۸ کو پڑھیں اور معلوم کریں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کے مقابلہ میں نکلنے کی وجہ اور اس کا سبب اس کا فسق تھا یا نہیں؟ مگر آنکھیں کھولنے کے بعد بھی شاید ان کی عقل میں یہ بات نہ آسکے

"فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور" (القرآن)

اپنے اکابر کو اندھا لکھنا سر کے اندھے کا نہیں دل کے اندھے کا کام ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بندیالوی صاحب حضرت حسین کے مقابلہ کی بنا صرف اپنی اہلیت کو بتلاتے ہیں حالانکہ یہ تو دوسرے درجہ پر ہے، پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا اس کی وجہ سے اس کے خلاف اٹھنا ان کے نزدیک جائز ہوا جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اس کی تصریح اوپر کی عبارت میں کردی ہے البتہ اس کے لیے اہلیت اور قوت وشوکت کی بھی شرط اور ضرورت تھی، اب معاملہ کو خلط ملط کرنا

اور فسق یزید کی جس کو مقابلہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے نفی کرنا اور صرف اہلیت پر (مقابلہ کی بنیاد رکھنا) خروج کے حقائق کو مسخ کرنا ہے، کیا اسی کا نام تحقیق ہے؟۔

فسق یزید پر اکابر علماء امت کی تصریحات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اب تک اگر فسق یزید پر اکابر علماء امت کی تصریحات پیش کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم نے یہ خدمت خارجی فتنہ جلد دوم میں انجام دے دی ہے تفصیل کے لیے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

حضرت بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے ارشادات فسق یزید کے متعلق گذر چکے ہیں، قطب الارشاد حضرت گنگوہی یزید کے متعلق فرماتے ہیں:

''لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹)

حضرت حکیم الامت تھانوی بھی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے'' (امداد الفتاویٰ ج ۴ص ۴۶۵)

حضرت مولانا ظفر احمد المحدث عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت امام کو روایتیں ایسی پہنچی تھیں جس سے یزید کا فاسق ہونا لازم آتا تھا اور فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہو جاتا ہے یا مستحق عزل ہو جاتا ہے پس امام کا یزید کے خلاف خروج کرنا بالکل صحیح تھا'' (ص ۴۷)

ان سب حضرات نے یزید کو فاسق قرار دیا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی بنا فسق یزید بتلائی ہے مگر بندیالوی صاحب اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان سب کے خلاف کہتے ہیں کہ حضرت حسین کا یزید کے خلاف خروج فسق کی وجہ سے نہ تھا۔

ایک مغالطہ

حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابن کثیر کی عبارتوں سے ص ۱۰۳ پر مغالطہ دیا ہے کہ ''یزید کے فسق وفجور کی روایات نا قابل قبول ہیں'' حالانکہ ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جن احادیث

میں یزید اور حضرت عمرو بن عاص وغیرہ کا نام لے کر مذمت بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہیں اور جو احادیث ابن عساکر نے اس سلسلہ میں بیان کی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، ان سے یہ ثابت کرنا کہ فسق یزید میں ثابت شدہ کوئی تاریخی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے محض ''حب یزید'' میں آنکھیں بند کر لینے یا ''حبك الشي يعمي ويصم'' کا نتیجہ ہے۔

حضرت علامہ علی قاری ''مشکوۃ شریف'' کی حدیث ''انه تصيب امتي في آخر الزمان من سلطانهم شدائد، الخ''۔ میری امت کو آخری زمانہ میں سخت تکلیفیں پہنچیں گی ان کے بادشاہ کی طرف سے۔اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''يحتمل الجنس والشخص كيزيد والحجاج وامثالهما'' (ج ۹ ص ۳۴۳) حدیث میں احتمال ہے کہ سلطان سے مراد جنس ہو یا شخص جیسے یزید اور حجاج وغیرہ۔

اور علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''وكان فيه ايضا اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات في بعض الاوقات واماتتها في غالب الاوقات الخ'' (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۰) (اور یزید کی ذات میں) شہوات کی طرف میلان تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور بسا اوقات وہ نمازیں وقت گذر جانے کے بعد پڑھتا تھا۔

غرضیکہ حضرت علامہ علی قاری و علامہ ابن کثیر یزید کو ظالم اور فاسق قرار دیتے ہیں، اوپر کی عبارتوں سے بھی واضح ہو رہا ہے اور عبارت ذیل میں تو علامہ ابن کثیر نے تصریحاً یزید کو فاسق قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

''بل قد كان فاسقا والفاسق لايجوز خلعه لاجل مايثور بسبب ذلك من الفتنة ووقوع الهرج كما وقع من الحرة'' (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲) بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے فتنہ زیادہ بھڑکتا ہے اور جنگ وقتال واقع ہوتا ہے جیسا کہ واقعہ حرہ کے وقت ہوا۔

غرضیکہ ص ۱۰۳ پر علامہ ملا علی قاری اور علامہ ابن کثیر کی عبارتوں سے یزید کے بارہ میں

فسق کی روایات کو غیر معتبر قرار دینا محض دھوکہ ہے۔

واقعہ حرہ اور یزید

اور علامہ ابن تیمیہ بھی یزید کے ظلم کو تسلیم کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

"مع انہ کان فیہ من الظلم ثم انہ اقتتل ھوو ھم وفعل باھل الحرۃ امور امنکرۃ" (منھاج السنۃ ج ۱ ص ۲۷) اور فرماتے ہیں "وفعل فی اھل المدینۃ ما فعل وقدتوعدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قتل فیھا قتیلاولعنہ"۔ اور اس نے اہل مدینہ کے بارے میں کیا جو کچھ کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارہ میں عذاب کی وعید سنائی اور اس پر لعنت کی ہے جو مدینہ میں قتال کرے۔

نیز لکھتے ہیں:

"فانہ اظلم من یزیدباتفاق الناس ومع ھذا یقال غایۃ یزید وامثالہ من الملوك ان یکونوا فساقافلعنۃ الفاسق لیست مامورابھا" (منھاج السنۃ ج ۲ ص ۲۵۱) کیونکہ وہ (حجاج) یزید سے زیادہ ظالم ہے اور اس پر لوگوں کا اتفاق ہے اور باوجود اس کے یزید اور اس جیسے بادشاہوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ فاسق ہیں مگر فاسق متعین پر لعنت کرنے کا حکم نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ تو یزید کی طرف واقعہ حرہ میں امور منکرہ کو منسوب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا، اور اس پر وہ عذاب کی وعید سنا رہے ہیں جس میں اہل مدینہ کے ساتھ قتال کرنے پر عذاب اور لعنت کی گئی ہے اور "مع انہ کان فیہ من الظلم" کہہ کر اس کا ظالم ہونا بتلا رہے ہیں مگر بندیالوی صاحب اس واقعہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"آج یزید کو مطعون کرنے کے لیے واقعہ حرہ کا رونا سب سے رویا جاتا ہے، اس واقعہ کو بتیا دبنا کر جہان کے جھوٹ کے پلندے منبر ومحراب کی زینت بنتے ہیں......مسند نبوی کے وارث موضوع ، من گھڑت اور شیعہ راویوں کی حکایات خوف خدا سے عاری ہو کر بے دھڑک

عوام کے سامنے بیان کرتے ہیں اور اس واقعہ کا ذمہ دار یزید کو ٹھہرا کر تبرا اور نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے''۔

ص ۱۹ پر حضرت زین العابدین کی مسلم بن عقبہ سالار لشکر یزید سے ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''سیدنا حسین کے حق کو فرزند کی دعا نے ثابت کر دیا کہ واقعہ حرہ میں تمام تر قصور اور غلطی ان لوگوں کی تھی جو بغاوت پر آمادہ ہوئے لشکر یزید (جس کی قیادت صحابی رسول کر رہے تھے) نے تو بغاوت کو کچلنے کے لیے کارروائی کی تھی ...... آواز دو انصاف کو ...... اور دست بستہ سوال کرو ارباب حل وعقد سے کہ مسلمانوں کی متفقہ حکومت کے خلاف چند لوگ بغاوت کو کچلنے کے لیے مناسب کارروائی کریں تو قصور کس کا ہوگا؟ باغیوں کا یا حکمران وقت کا؟''۔

ص ۲۰ پر بندیالوی صاحب نے اس واقعہ کو بغاوت قرار دے کر یزید کا مقابلہ کرنے والوں کو بغاوت کی سزا کا مستحق قرار دیا ہے ''کما مر'' حالانکہ واقعہ حرہ کا سبب یزید کا فسق وفجور اور اس کی بداعمالیاں بنی ہیں اور مقابلہ کرنے والے دینی غیرت وحمیت میں مقابلہ کے لیے نکلے تھے یہی حال حضرت حسین بن علی کے اقدام مقابلہ یزید تھا قصور مقابلہ میں نکلنے والوں کا بتلایا ہے کہ انہوں نے یزید کے ظلم وفسق کے خلاف جذبہ دینی کے تحت اپنی دینی بصیرت کی بنا پر کیا تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

''قسم خرجوا غضباً للدین من جور الولاة وترك عملهم بالسنة النبوية فهؤلاء اهل الحق ومنهم الحسين بن علي واهل المدينة في الحرة والقراء الذين خرجوا على الحجاج'' (ج ۱۲ ص ۲۴۰)

ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام ظلم وستم اور سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی غیرت وحمیت میں نکلے، یہ سب اہل حق ہیں اور حضرت حسین بن علی اور اہل مدینہ جنہوں نے مقام حرہ میں مقابلہ کیا اور وہ تمام علماء جو حجاج کے خلاف نکلے سب کا شمار ان ہی اہل حق میں ہے''۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف یزید کا جنگ کرنا

شرعی نقطہ نظر سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اصحاب حرہ، عبداللہ بن الزبیر اور حجاج

کا مقابلہ کرنے والوں سے یزید وحجاج کا جنگ کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں ''جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ جو ظالم ہو اور اس شخص کے جان یا مال یا اہل وعیال پر تغلب کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے قتال حلال نہیں'' اور امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے (جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں) فرمایا کہ ''اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتل وقتال نہ کرو الخ''۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر آگے فرماتے ہیں:

''وعلیٰ ذلك یحمل ماوقع للحسین بن علی ثم لاهل المدینة ثم لعبداللّٰہبن الزبیرثم للقراء الذین خرجوا علی الحجاج "(ج۱۲ص۲۵۳)

اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا اور پھر مقام حرہ میں اہل مدینہ کے ساتھ پھر عبداللہ بن الزبیر کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج کا مقابلہ کیا تھا کہ سب حضرات سے قتال جائز نہیں تھا۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کی روشنی میں صاف طور پر فرمارہے ہیں کہ ظالم حکمران کی مخالفت کرنے والوں سے قتال جائز نہیں ہے اور واقعہ حرہ وغیرہ میں یزید کی جو مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے کی تھی وہ اس کے ظالم وفاسق ہونے کی وجہ سے ہی کی تھی۔ اس کے ان مخالفت کرنے والوں کے خلاف یزید کا جنگ کرنا ہی جائز نہ تھا، مگر بندیالوی صاحب نے الٹی بات کردی کہ ان مخالفت کرنے والوں کو مخالفت کرنی جائز نہیں تھی وہ بغاوت تھی۔

ع ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

اصل میں حدیث پڑھانے والوں کو شروحات کے دیکھنے اور پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے

محض اخباری اور تاریخی بیانات پر اعتماد کرنے والوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس جگہ مولانا محمد حسین نیلوی صاحب سے تعجب ہے کہ انہوں نے بھی اس پر گرفت نہیں کی، کیا وہ بھی ''بخاری شریف'' کی شروحات سے خود کو مستغنی سمجھتے ہیں؟ اور کیا مولانا بھی شہداء حرہ کو باغی سمجھتے ہیں؟۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کو عزل کر دینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مفاسد مصالح سے زائد نہ ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے، وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسے محسوس نہیں کیا اور سبھوں نے خلع کیا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ حرہ نمودار ہوا جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی، کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں کہا جائے گا؟ الخ''

(مکتوبات ج ا ص ۳۸۷)

حضرت مدنی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ ''سبھوں نے خلع کیا الخ''۔ اور مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کی اکثریت نے جس میں عبداللہ بن حنظلہ، عبداللہ بن مطیع وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین حضرات موجود تھے یزید کی بیعت توڑنے کا اعلان کرایا جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ پیش آیا چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''فخرج اهل المدينة مجموع كثيرة وهيئة لم ير مثلها'' (البداية والنهاية ج ۸ ص ۲۲۲) یزیدی لشکر کے مقابلہ میں اہل مدینہ کثیر جماعتیں لے کر نکلے کہ کبھی اس طرح کی صورت دیکھی نہ گئی تھی۔

مگر بندیالوی صاحب لکھ رہے ہیں ''مسلمانوں کی متفقہ حکومت کے خلاف چند لوگ بغاوت کو کچلنے کے لیے الخ''۔

کیا یہ چند لوگ تھے؟ حقائق کو کس طرح توڑ مروڑا جا رہا ہے، ناظرین غور کریں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جنہوں نے یزید کی ولی عہدی سے لے کر

کبھی اس کی بیعت نہیں کی کیا اہل حل وعقد میں سے نہیں تھے؟ ان کے بغیر یزید کی حکومت مسلمانوں کی متفقہ حکومت کیسے بن گئی؟

یزید کی ظالمانہ وسفاکانہ کاروائی

''البدایۃ'' ج ۸ص ۲۳۰ میں ہے کہ مسلم بن عقبہ نے تین دن قتل عام کا حکم یزید کے حکم کی بنا پر کیا تھا، کیا چند لوگوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے تین دن قتل عام کا حکم کسی سمجھدار آدمی کی سمجھ میں آتا ہے؟ جبکہ بنو امیہ کے ایک ہزار آدمی بھی اہل مدینہ نے شہر سے نکال دیے ہوں تو کیا یہ چند لوگوں کی کاروائی تھی؟ کیا اس ظالمانہ اور سفاکانہ کاروائی کا کوئی جواز تھا اور کیا چند لوگوں کی بغاوت کی یہ سزا تمام اہل مدینہ کو دی گئی تھی جن میں تابعین کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت بھی شامل تھی؟ چنانچہ ''البدایۃ'' میں ہے:

''وابـاح مسلـم بـن عـقبة الـمـدينة ثلاثة ايام يقتلون من وجدوا من الناس ويأخذون اموال''۔

اور مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا جن لوگوں پاتے تھے قتل کر دیتے تھے اور ان کے اموال لیتے تھے۔''وقتل خلفاء من اشرافها وقرائها وانتهب اموالاً كثيرةً فيها ووقع شر عظيم وفساد عريض الخ''(البدایہ ص ۲۲۱)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''وابـاح مسلم بن عقبة المدينة ثلاثاً فقتل جماعة صبرا منهم معقل بـن سـنـان، ومـحـمـد بن ابى الجهم بن حذيفة،ويزيد بن عبدالله بن زمعة الخ'' (فتح الباری ج ۱۳ص ۷۰۳) مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے مدینہ کو مباح قرار دے دیا اور ایک جماعت کو صبراً قتل کیا جن میں سے معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ بھی ہیں۔

صبراً مقتول وہ حضرات ہیں جن کو گرفتار کیا گیا اور بیعت نہ کرنے پر ان کو قتل کر دیا گیا، ان میں معقل بن سنان صحابی رسول رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اپنی قوم کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔(الاصابۃ ج۳ص۴۴۶)

لشکر یزید کے قائد صحابی رسول نہ تھے

یہ بھی غلط ہے کہ لشکر یزید کی قیادت صحابی رسول کر رہے تھے مسلم بن عقبہ ہرگز صحابی نہیں تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی نصیب نہیں ہوئی ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان کا ترجمہ الاصابۃ ج۳ص۴۹۴ قسم ثالث میں لکھا ہے اور قسم ثالث میں ایسے لوگوں کا ترجمہ لکھا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا ہے لیکن زیارت نصیب نہیں ہوئی حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور جنگ حرہ میں اہل مدینہ کے قائدین میں وہ انصار کے قائد تھے اور حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ (جو بنی عدی میں سے تھے حضرت عبداللہ بن عمر کے قبیلہ میں سے تھے) قریش کے قائد تھے ان دونوں کے صحابیت کے ثبوت کے لیے ''اکمال فی اسماء الرجال'' اور ''تہذیب التہذیب'' وغیرہ کتب ملاحظہ ہوں۔

بندیالوی صاحب کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باغی قرار دینا

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ عبداللہ بن حنظلہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں یزید اور اس کے کمانڈو مسلم جس کو تاریخ میں مسرف یا مجرم اس کے اعمال بد کی وجہ سے جو اس نے اہل مدینہ کے ساتھ روا رکھے کہا جاتا ہے، کی حمایت بندیالوی کر رہے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو باغی قرار دے رہے ہیں۔ اب بندیالوی سے تو انصاف کی امید نہیں ہے آپ ہی انصاف کو آواز دے کر انصاف فرمائیں کہ کیا ''دفاع صحابہ'' اسی کا نام ہے۔

منقبت یزید ثابت کرنے کی ناکام کوشش

باقی رہی یہ بات کہ حضرت زین العابدین نے یزید کو صلی اللہ امیر المؤمنین کہہ کر دعا دی تھی (طبقات ابن سعد) اور اس کا ترجمہ بندیالوی صاحب نے یہ کیا، اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو اپنی رحمت میں ڈھانپے حالانکہ طبقات ابن سعد مترجم ج۵ص۲۲۰ میں اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو صلہ دے'' یہ مسرف نے کہا تھا کہ امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے تو اس پر آپ نے ''ھل جزاء الاحسان الا

الاحسان'' کے طور پر یہ کہا تھا جس کا ترجمہ بندیالوی نے غلط کیا، اس کے علاوہ اس کا پہلا راوی محمد بن عمر واقدی ہیں جو مشہور ضعیف الروایت ہیں، دوسرا ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ ہے جو وضع احادیث میں متہم ہے، یزید کی منقبت ایسے ہی نا قابل اعتبار اور متہم بالوضع لوگوں سے ہی ثابت کی جاسکتی ہے جس کا نام آج کل ریسرچ رکھا ہوا ہے اور اتنی بات جو حضرت زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یزید کے حق میں کہی ہے اگر کسی کافر کے حق میں بھی کہی جائے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے، اس کہنے سے یزید کا واقعہ حرہ سے بری الذمہ ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

اب ناظرین غور کے بعد انصاف فرمائیں کہ بندیالوی صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ ''یزید کے دور میں جتنے اصحاب رسول زندہ تھے ان میں سے کسی ایک نے بھی یزید کے خلاف خروج کیا؟'' الخ (ص ۲۱) کیا واقعہ حرہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کے خلاف خروج اور خلع نہیں کیا؟ اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تابعین کا مجمع کثیر نہیں تھا؟ حافظ ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے ترغیب دے کر روانہ کیا تھا وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں ''قلت هذا يدل على تصويب عبداللّٰه بن عمرو للحسين في مسيره وهو رأي ابن الزبير وجماعة من الصحابة شهدوا الحرة'' (ج ۳ ص ۱۵۷)

یہ واقعہ اس بات کو بتلاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص حضرت حسین کے کوفہ کی مہم پر جانے کو صحیح سمجھتے تھے اور یہی رائے عبداللہ بن زبیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی تھی جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے۔ بلکہ کربلا میں صحابی رسول انس بن الحارث رضی اللہ عنہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ شہید ہوئے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی تھی۔ (تاریخ کبیر امام بخاری ج ا ص ۳۰ یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں)

(جاری ہے.....)

مولانا عبدالحمید تونسوی

رسومات ماہ محرم

محرم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے محترم و معظم، اس مہینہ کی حرمت وعزت شروع سے چلی آ رہی ہے، اہل عرب اسے اشہر حرم (چار حرمت والے مہینے) میں شمار کرتے تھے محرم میں سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے باعث اسے غم وسوگ کے لیے مخصوص کرنا اور اس میں ہر خوشی کا اظہار نا جائز قرار دینا اور اس مہینے کے لیے مخصوص رسومات وبدعات کی ترویج وتعمیل کرنا خود ساختہ باتیں ہیں جن کا کتاب وسنت میں کہیں ذکر تک نہیں بلکہ شریعت اسلامی نے ایسے امور شنیعہ سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

حرمت ماتم

مصائب میں اسلام نے صبر کی تعلیم دی ہے اور ماتم صبر کے منافی ہے لہٰذا اسلام میں ماتم کی اجازت نہیں دی گئی۔

(۱) ارشاد ربانی ہے یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللّٰہ مع الصابرین ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون (بقرہ آیت ۱۵۳،۱۵۴)

''اے ایمان والو صبر اور نماز سے استعانت پکڑو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں۔

(۲) وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون۔ (بقرہ ۱۵۶،۱۵۷)

''اور ان لوگوں کو بشارت اور خوشخبری دیجئے جو ہر مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں، اور یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی خصوصی عنایات

اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"۔

(۳) واللّٰہ یحب الصابرین (آل عمران آیت نمبر ۱۴۶)

"اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں"۔

(۱) حدیث قدسی میں ہے من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیخرج من تحت سمائی ولیطلب ربأسوائی۔

"جو شخص میرے فیصلہ اور تقدیر پر راضی نہیں اور میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کرتا تو وہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل کر کوئی اور رب میرے سوا تلاش کرے"۔

(۲) لعن رسول اللّٰہ النائحة والمستمعة۔(ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰)

"رسول اللہ نوحہ کرنے والی اور سننے والی کو لعنت کرتے ہیں"۔

(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس منامن ضرب الخدود وشق الجیوب ودعابدعوی الجاھلیة (بخاری ص ۱۷۲، مشکوٰۃ ۱۵۰)

"وہ ہم میں سے نہیں جو چہرے پر تھپڑ مارے اور گریبان پھاڑے اور کفر کے جاہلانہ طریقہ پر آہ وفغاں اور رواویلا کرے"۔

دلائل از کتب شیعہ

(۱) ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے عرض کی کہ وہ نیکی کہ جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ "تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو اپنے منہ نہ نوچو اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان چاک نہ کرو اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کر کے نہ روؤ" (ترجمہ مقبول احمد شیعہ ص ۸۷۹)

(۲) قال علیه السلام من ضرب یده علی فخذه عندمصیبة حبط عمله (نہج البلاغہ ص ۸۵۳ قول ۱۴۴)

"سیدنا حضرت علی نے فرمایا جو شخص اپنی کسی مصیبت کے وقت اپنے بدن وران پر ہاتھ مارے گا اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے"۔

(۳) امام جعفر صادق نے فرمایا "صبر اور مصیبت دونوں مؤمن کی طرف آتے ہیں پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ بہت صبر کرنے والا ہوتا ہے اور جزع اور مصیبت کافروں کی طرف آتی ہے پس جب اس کے پاس مصیبت آتی ہے تو وہ بہت جزع کرنے والا ہوتا ہے" (شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی مترجم ص ۱۸۷ باب ۷۹ صبر وجزع ج ۳)

جزع کا معنی

(۴) عن ابی جعفر علیہ السلام قلت ماالجزع قال اشدالجزع الصرخ بالویل والعویل ولطم الوجہ والصدر حیزالشعر من النواصی واقام النواحۃ فقدترک الصبر واخذ فی غیرطریقۃ ومن صبرواسترجع وحمداللہ عزوجل فقدرضی بماصنع اللہ ووقع اجرہ علی اللہ ومن یفعل ذلک جری علیہ القضاء وحمیم حبط اللہ اجرہ (فروع کافی ص ۱۸۶ ج ۳)

"میں نے پوچھا جزع کیا ہے تو امام جعفر صادق نے فرمایا اشد جزع رونا، پیٹنا، منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوٹنا، سر کے بال نوچنا اور نوحہ کرانا ہے، یہ صورت ترک صبر کی ہے اور صحیح طریقہ کو چھوڑنا ہے اور جس نے صبر کیا اور انا للہ کہا اور اللہ کی حمد کی تو وہ اللہ کی مشیت پر راضی رہا اور اپنا اجر اللہ پر رکھا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اللہ کا حکم تو بغیر جاری ہوئے رہ نہیں سکتا اس کا اجر حبط (ضائع) ہو جائے گا"۔

امام جعفر صادق کے مذکورہ فرامین سے ثابت ہوا کہ صبر کرنا مسلمانوں کا شیوہ ہے اور مصیبت کے وقت جزع فزع کرنا کفار کا (فاعتبروا یااولی الابصار) یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کئی صحابہ شہید ہوئے اور آپ سے پہلے سینکڑوں انبیاء کی شہادت کی خبر قرآن مجید نے بھی دی ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نہ ہی ماتم کیا اور نہ ہی تعزیہ تابوت اور ماتمی جلوس نکالنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ امت مسلمہ کے لیے سب سے بڑا حادثہ رسول اللہ کی وفات تھی لیکن اصحاب پیمبر اور آل رسول نے ان کا ماتم نہیں کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(۵) لولا انك امرت بالصبر ونهيت عن الجزع لانفدنا عليك ماء الشؤن
(شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ ص۶۴۰ خطبہ۲۳۲)

''اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع (بے صبری اور ماتم) سے منع نہ کیا ہوتا تو ضرور ہم آپ کی وفات پر آنکھوں اور سر کا پانی ختم کر دیتے''۔

معلوم ہوا کہ شریعت محمدیہ میں صبر کا حکم ہے اور ماتم سے منع کیا گیا ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت فرمائی تھی کہ ''اے فاطمہ! جب میں مر جاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا، اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔(شیعہ کتاب جلاء العیون ص۷۶ فصل چہارم بیان فضائل اہل بیت)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا میں اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب سے فرمایا تھا ''اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا کہ انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا''(جلاء العیون ص۳۸۲ باب قضایائے کربلا)

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و اہل بیت میں سے کسی نے مصیبت کے وقت ماتم، نوحہ خوانی، زنجیر زنی اور تعزیہ تابوت جیسی غیر اسلامی رسومات کو نہیں اپنایا، بلکہ روافض کے بارہ ائمہ میں سے کسی ایک کا بھی فرمان کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے کہ انہوں نے ماتمی جلوس یا تعزیہ تابوت بنا کر رسومات عزاداری ماننے کا اہتمام کیا ہو، چودھویں صدی کے ابناء دنیا نے اپنے اغراض کی تکمیل کے لیے اور امت مسلمہ کی وحدت کو توڑنے کے لیے ایسی غیر اسلامی بدعات وخرافات کو شہرت دے کر اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے نام نہاد محبان کا یہ فعل تعلیمات ائمہ کے یکسر منافی ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

ذیل میں مزید چند رسومات محرم کے متعلق بریلوی مکتب فکر کے امام اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کی کتاب ''احکام شریعت'' کے حوالہ سے لکھا جاتا ہے۔

مرثیہ، کالا لباس

مسئلہ نمبر ۴۹: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ وغیرہ سننا، ان کی نیاز کی چیز لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت ہے محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ (احکام شریعت ص ۱۲۷ حصہ اول مطبوعہ لاہور)

کتب شیعہ میں بھی اہل تشیع کے لیے سیاہ لباس کی ممانعت ہے:

وقال امیرالمؤمنین علیہ السلام فیما علم اصحابہ لاتلبسوا السواد فانہ لباس فرعون (شیعہ کی نامور کتاب من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۶۳ ج ا باب مایصلی فیہ ومالایصلی فیہ من الثیاب دارالکتب اسلامیہ تہران)

''امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے''۔

ماتمی مجالس میں شرکت

مسئلہ نمبر ۸ (ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت ومصائب شہداء کربلا وسوز خوانی ومرثیہ مصنفہ انیس ودبیر پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟۔

الجواب: (ح) حرام ہے ع کند ہم جنس باہم جنس پرواز

حدیث شریف میں ارشاد ہے لاتجالسوھم ان کے پاس نہ بیٹھو، دوسری حدیث شریف میں فرمایامن کثر سواد قوم فھومنھم جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے، حاشیہ میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں ان مراثی کا پڑھنا جن میں نری موضوعات اور روافض خذلھم اللہ کی من گھڑت بہتانی روایات ہوں، ان کا پڑھنا ناجائز اور حضرات شہداء کرام کی ارواح طیبہ کو ایذاء دینا ہے،۱۲ مؤلف (احکام شریعت ص ۱۴۹، ۱۴۶ حصہ دوم مطبوعہ لاہور)

محرم میں شادی بیاہ

مسئلہ ۵۰ کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں:

(۱) بعض اہل سنت والجماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں، کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

الجواب: تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے (احکام شریعت ۱۲۷، ۱۲۸ حصہ اول)

سبیل کا شربت

سوال ہفتم: مسئلہ ازاترولی ضلع علی گڑھ محلہ مغلاں مراسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ر جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ، مجالس مرثیہ خوانی اہل شیعہ میں اہل سنت والجماعت کو شریک وشامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کثر سواد قوم فھومنھم وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح کے جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سنا گیا ہے کہ سنیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کی قلتین کا پانی ملاتے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ وکلمات شنیعہ و ماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں سنیں گے اور منع نہ کرسکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فلاتقعد بعدالذکری مع القوم الظالمین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (رسالہ تعزیہ داری ص ۱۵ افادات اعلیٰ حضرت بریلوی مکتبہ حامد یہ لاہور)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۲۵)

باب پنجم
تفسیری اسلوب

پہلے جن حضرات نے آیات احکام پر مستقل تصانیف کیں ان حضرات نے کسی سبب سے ان کو ضبط نہیں کیا، اس لئے حضرت تھانوی کی رائے ہوئی کہ اس تصنیف کا موضوع وسیع اور عام کردیا جائے یعنی صرف دلائل حنفیہ نہیں بلکہ مطلق احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد وتصوف اوراخلاق وتمدن کے متعلق ہوں سب کو ضبط تحریر میں لایا جائے بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اورنئی تعلیم کے اثرات سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے کلام کیا جائے، یہی امتیاز ہے اس احکام القرآن کوان حضرات کی علماء کرام کی تصانیف سے جنہوں نے آیات احکام پر کلام فرمایا ہے۔

اول تو جن آیات سے احکام پر دلالت ہورہی ہے ان حضرات نے سب آیات کو ضبط نہیں کیا جبکہ اس احکام القرآن میں عموماً بالاستیعاب آیات پر کلام کیا گیا اور تقریباً ہر آیت سے احکام کا استخراج کیا گیا ہے ۔دوسرے انہوں نے صرف احکام فقہیہ پر ہی انحصار فرمایا جبکہ اس احکام القرآن میں احکام فقہیہ کے ساتھ عقائد واخلاق وتمدن کے احکام سے بھی تعرض کیا گیا ہے نیز مغربی تہذیب کے اثرات سے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے، اس وسعت موضوع کے لحاظ سے اس کا نام بھی **احکام القرآن** تجویز فرمادیا اس فصل میں درج ذیل عنوانات کی احکام القرآن للترمذی کے تفسیری اسلوب چند سے مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱)الفاظ کے معانی (۲)صداق آیات (۳) شان نزول (۴)اختلاف قراءات

(۵)مسئلہ فقہیہ میں مذاہب ائمہ(۶)ناسخ ومنسوخ(۷)ثمرۂ اختلاف(۸)مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی(۹)اجماعی مسائل(۱۰)حضرت مفتی صاحب کی تحقیقات وآراء(۱۱)مسائل جدیدہ (۱۲)آیات کے مابین تطبیق(۱۳)مسئلہ تکفیر میں احتیاط(۱۴)اکابر اہل سنت والجماعت کی تحقیقات پر اعتماد

الفاظ کے معانی

قولہ تعالیٰ:والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة.

شرح هذه الالفاظ وبيان معانيها

وفي الخازن: قال ابن عباس رضي الله عنه : كان اهل الجاهلية يخنقون الشاة حتى اذاماتت اكلوها، فحرم الله ذلك،والمنخنقة من جنس الميتة ، لانهالماماتت لم يسل دمها، والفرق بينهما، ان الميتة تموت بلاسبب احد،والمنخقة تموت بسبب الخنق.

مولف آیت کے الفاظ کے معانی ذکر فرماتے ہیں، جیسے سورہ مائدہ میں المنخنقة کے بارے میں فرماتے ہیں،تفسیر خازن میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بکری کا گلا گھونٹ دیتے حتی کہ جب وہ مرجاتی تو پھر اسے کھا لیتے تھے،اللہ تعالیٰ نے یہ کھانا حرام کردیا اور منخنقة مردار کی جنس سے ہے کیونکہ جب یہ مرجاتا ہےتو اس کا خون نہیں بہتا،مرداراور منخنقة میں یہ فرق ہے کہ مردار بغیر کسی سبب کےمرتا ہے جبکہ منخنقة گلا گھونٹنے کی وجہ سے مرتا ہے۔

اسی طرح دیگر الفاظ کا بھی معنی خوب واضح فرماتے ہیں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ معنی خودساختہ نہیں ہوتا بلکہ مفسرین ومحققین سے ثابت ہوتا ہے ،جیسا کہ اوپر والی مثال میں تفسیر خازن کے حوالے سے معنی نقل فرمایا۔

مصداق آیات

بيان الفرق بين الولاية بالفتح والولاية بالكسر

قال العلامة ابن تيمية في منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية : ان الفرق بين الولاية بالفتح والولاية بالكسرمعروف ، فالولاية ضدالعداوة وهي المذكورفي هذه النصوص، ليست هي والولاية بالكسرالتي هي الامارة ، وهؤلاء الجهال يجعلون الولي هوالاميرولم يفرقوابين الولاية والولاية۔

دوسری جگہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۵ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون کے تحت وِلایت اور وَلایت کا فرق واضح فرماتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ وَلایت اور وِلایت کا فرق مشہور ہے، وَلایت زبر کے ساتھ عداوت کی ضد ہے، جو کہ ان نصوص میں مذکور ہے، یہ وِلایت زیر کے ساتھ بمعنی امارت نہیں ہے اور جاہل لوگ ولی بمعنی دوست کو امیر یعنی حاکم بنا دیتے ہیں، وَلایت اور وِلایت میں فرق نہیں کرتے۔

(ا) قولہ تعالی: والمحصنٰت من المؤمنت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا تیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الآخرۃ من الخسرین.

بیان جواز نکاح الکتابیات

قال فی تفسیرات الاحمدیۃ :یعنی احل لکم نکاح الحرائر والعفائف من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وھم الیھود والنصاری،وقال صاحب الھدایۃ: ویجوز تزوج الکتابیات لقولہ تعالی: والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب ای العفائف ولا فرق بین الکتابیۃ الحرۃ والامۃ.

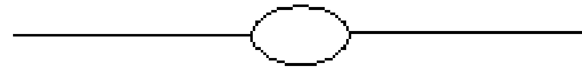
مؤلف آیت کا مصداق بھی ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵ والمحصنٰت من المؤمنت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا تیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الآخرۃ من الخسرین کے تحت فرماتے ہیں:

اس میں اہل کتاب عورتوں سے جواز نکاح کا مسئلہ مستنبط فرمایا تفسیرات احمدیہ کے حوالہ سے اس کی دلیل پیش فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ہے کہ تمہارے لئے اہل کتاب کی آزاد اور پاک دامن عورتوں سے نکاح حلال کر دیا گیا۔

صاحب ہدایۃ نے فرمایا کہ کتابیہ عورتوں سے نکاح والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب دلیل کی وجہ سے جائز ہے پھر فرمایا کہ کتابیہ آزاد اور باندی میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی ان دونوں کا حکم ایک ہے۔

(ب) قولہ تعالی :قل اننی ھدانی ربی الی صراط المستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا. انہ مالم ینسخ من ملۃ ابراھیم علیہ السلام فقد صارت شریعۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم.

قال الجصاص: وفی ذلک دلیل علی ان ما لم ینسخ من ملۃ ابراھیم علیہ السلام



فقد صارت شریعة لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم لاخبارہ بان دینہ ملة ابراھیم علیہ السلام. ومعنی (ھدینی) خلق فی الھدیة، وقال بعض المعتزلة، دلنی، قال الماتریدی: وھذا باطل اذ لا فائدة فی تخصیصہ لان الناس کلھم کذلک.

سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۶۲ قل اننی ھدانی ربی الی صراط المستقیم دینا قیما ملة ابراھیم حنیفا کے تحت ذکر فرماتے ہیں کہ: جب تک ملت ابراہیمی میں نسخ نہ ہو پس وہی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔

اس مسئلہ کو علامہ جصاص کے حوالے سے نقل کیا اور پھر اس کی دلیل بھی ذکر فرمائی کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم نے خبر دی کہ ان کا دین ملت ابراہیمی ہے۔

شان نزول

قولہ تعالی: کلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ.

وقال عکرمة: ان المجوس من اھل الفارس لما انزل اللہ تعالی تحریم المیتة کتبوا الی مشرکی قریش، وکانوا اولیاء ھم فی الجاھلیة، وکانت بینھم مکاتبة ان محمدا علیہ الصلوة والسلام واصحابہ یزعمون انھم یتبعون امر اللہ تعالی ثم یزعمون ان ما ذبحوا فھو حلال وما ذبح اللہ تعالی فھو حرام، فوقع فی انفس ناس من المسلمین من ذلک شیء فانزل سبحانہ الایة والمعنی علی ماذھب علیہ غیر واحد کلوا مما ذکر اسم اللہ تعالی علی ذبحہ لا مما ذکر علیہ اسم غیرہ خاصة او مع اسمہ عز اسمہ اومات حتف انفہ والحصر کم قیل:

مستفاد من عدم اتباع المصلین ومن الشرط، ولولا ذلک لکان ھذا الکلام ومتعرضا لما لا یحتاج الیہ ساکتا عما یحتاج الیہ.

سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۹ افکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ کے تحت تفسیر روح المعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرات علماء نے فرمایا کہ:

''جب اللہ تعالی نے میتہ کی حرمت کے بارے میں حکم نازل فرمایا تو اہل فارس کے مجوسیوں نے قریش کے مشرکین کو لکھا جبکہ وہ جاہلیت میں ان کے دوست تھے اور ان کے مابین باہمی خط وکتابت تھی، یہ لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کی پیروی کر رہے ہیں، پھر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو وہ خود ذبح کرتے ہیں وہ حلال اور جو اللہ تعالی ذبح کر دیں وہ حرام ہے'' اس بات کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے آنے

لگے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی"۔

اختلاف قراءات

قوله تعالى: وامسحوا برؤسكم وارجلكم الى الكعبين.

بيان غسل الرجلين وبيان اختلاف القراء تين فيه

قال ابوبكر الجصاص قرأ ابن عباس رضى الله عنه والحسن وعكرمة وحمزة وابن كثير وارجلكم الى الكعبين بالخفض وتأولوها على المسح وقرأ على وعبدالله بن مسعود وابن عباس رضى الله عنهم فى رواية وابراهيم والضحاك ونافع بن عامر الكسائى وحفص بن عاصم بالنصب وكانوا يرون غسلها واجبا.

والمحفوظ عن الحسن البصرى استيعاب الرجل كلها بالمسح ولست احفظ عن غيره ممن اجاز المسح من السلف هو على الاستيعاب او على البعض وقال قوم يجوز مسح البعض ولا خلاف بين فقهاء الامصار فى ان المراد الغسل وهاتان القراء تان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتها الامة تلقيا من رسول الله صلى الله عليه وسلم.

مؤلف اختلاف قراءات کا بھی تذکرہ فرماتے ہیں:

سورہ مائدہ کی آیت وامسحوا برؤسکم وارجلکم میں فرماتے ہیں:

کہ ابوبکر جصاص نے فرمایا:

حضرت ابن عباس، حسن، عکرمہ، حمزہ اور ابن کثیر نے وارجلکم الی الکعبین میں ارجلکم کسرہ یعنی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی مسح کے ساتھ تاویل کی ہے جبکہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس ایک دوسری روایت میں ابراہیم، ضحاک، نافع، ابن عامر، کسائی اور حفص وغیرہ نے فتحہ یعنی زبر کے ساتھ پڑھا ہے وہ ان کا دھونا واجب سمجھتے ہیں۔

(جاری......)